مقدمہ کا فیصلہ شہادت صفائی ختم ہونے کے بعد مقدمہ کے فیصلہ کی تاریخ یکم اکتوبر ۱۹۰۴ء پڑی۔ خدا کی قدرت لالہ آتمارام نے اُدھر تو حضرت اقدس کو مقدمات میں تنگ کرنا شروع کیا اُدھر اُس کا جوان بیٹا بیمار ہوگیا۔ جس طرح حضرت مسیح ابن مریم کا مقدمہ جب پلاطوس کی عدالت میں پیش تھا تو اُس کی بیوی کو خواب آیا تھا کہ اس راستباز کے خون سے ہاتھ آلودہ نہ کرنا۔ اور بیوی کے اس خواب سے متاثر ہوکر پلاطوس نے بر سر عدالت پانی منگا کر ہاتھ دھوئے تھے اور کہا تھا کہ میں اس شخص میں کوئی جرم نہیں پاتا۔ تب یہودیوں نے چلا کر اُسے کہا کہ اِسے صلیب دے۔ تب اُس نے کہا اس خون ناحق کا وبال کس پر؟ تو یہودیوں نے کہا کہ ہم پر اور ہماری اولاد پر۔ پس پلاطوس تو بچ گیا اور یہودی پکڑے گئے۔ اسی طرح لالہ آتمارام کی بیوی کو بھی خواب آیا کہ اس راستباز کو اگر تیرا شوہر سزا دے گا تو تم پر وبال آئے گا۔ اس نے یہ خواب لالہ جی کو سُنا دیا لیکن لالہ جی کا دل پلاطوس سے زیادہ سخت تھا۔ اس لئے پروا نہ کی۔ وہ پہلے سے ہی آپ کو قید کرنے کی نیت کئے بیٹھا تھا کیونکہ اُس نے صاف بر سر عدالت کہہ دیا تھا کہ مرزا صاحب کو جرمانہ کرنا تو درحقیقت اُن کے مریدوں پر جرمانہ ہوگا کیونکہ وہ لوگ اپنی جیب سے ادا کریں گے۔ گویا آپ کو سزا اگر کوئی ہوسکتی ہے تو وہ قید کی ہی ہوسکتی ہے۔ لیکن فیصلہ کے وقت اتنی جرأت تو نہ ہوئی کہ آپ کو فقط قید کی سزا دیتا لیکن یہ منصوبہ ضرور کیا کہ سزا تو جرمانہ کی دی لیکن پولیس کو یہ اشارہ کر دیا کہ جب تک جرمانہ ادا نہ ہو مرزا صاحب کو ہتھکڑی مار کر جیل خانہ میں لے جاؤ۔ حضرت اقدس کو بذریعہ کشف اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا تھا کہ اگر آتمارام اپنی شرارت سے باز نہ آیا تو اپنی اولاد کے ماتم میں مبتلا کیا جاوے گا۔ چنانچہ یہ کشف آپ نے اپنی جماعت کو سنا دیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اُس نے جب حضرت اقدس کو سزا دی تو پہلے تو اس کا وہ جوان لڑکا جو بیمار تھا مر گیا اور بیس پچیس روز کے عرصہ میں اس کا دوسرا لڑکا بھی مر گیا۔ آخر اس کی بیوی نے جل کر اُسے ملامت کی کہ ”میرے باوجود روکنے کے تو باز نہ آیا۔ آخر کئے کا پھل پایا۔ تو نے تو گھر کو اُجاڑ کر چھوڑنا ہے“۔ خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ کسی مجسٹریٹ کا واقعات پیش کردہ کی بنا پر حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا خدا کے نزدیک قابل مواخذہ نہیں ہوسکتا لیکن جب مجسٹریٹ ابتدا سے ہی تعصب اور اسلام دشمنی کی وجہ سے خدا کے ایک برگزیدہ کی ایذادہی اور سزا دینے پر تُلا ہوا ہو اور جان جان کر تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا ہو تو وہ خدا کی پکڑ سے کیسے بچ سکتا ہے۔ خواہ وہ پکڑ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ چنانچہ فیصلہ کے دن بھی وہ مجسٹریٹ اپنی نیش زنی سے باز نہیں آیا۔ اُس زمانہ میں ایک شریف اور معزز آدمی کو ایک منٹ کیلئے بھی ہتھکڑی لگا دینا سخت

ذلت سمجھا جاتا تھا۔ اور حضرت اقدس مرزا صاحب کا خاندان تمام ضلع میں سب سے زیادہ شریف اور معزز گنا جاتا تھا۔ اور آپ جس طرح اسلام کا غلبہ تمام دیگر ادیان پر دکھا رہے تھے اس سے آریوں کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے تھے۔ پس منصوبہ یہ کیا گیا کہ آپ کو ذلیل کیا جائے اور وہ اس طرح کہ حضرت اقدس کو جرمانہ کا حکم سناتے ہی کہا جائے کہ جرمانہ فوراً عدالت میں داخل کرو اور جب تک جرمانہ کی رقم آپ داخل نہ کریں آپ کو ہتھکڑی لگا کر جیل خانہ بھیج دیا جائے۔ اور حکم بھی ایسے وقت میں سنایا جائے جب عدالت برخاست ہو رہی ہو تا کہ دوسرے دن سے قبل جرمانہ داخل خزانہ نہ ہو سکے۔ اس طرح ایک روز تو جیل خانہ میں کاٹیں۔ آجکل ملزم کے ساتھ تو یہ عادت برتی جاتی ہے کہ مجرم کو ادائے جرمانہ کیلئے مہلت دی جاتی ہے لیکن اُس زمانہ میں مجسٹریٹ کے اختیارات بہت وسیع تھے۔ اُسے اختیار تھا کہ چاہے تو ادائیگی جرمانہ تک مجرم کو مہلت دے یا قید رکھے۔ مجسٹریٹ صاحب نے یکم اکتوبر کو فیصلہ نہیں سنایا۔ اور فیصلہ سنانے کی تاریخ ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء ڈال دی۔ ۸۔ تاریخ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مجسٹریٹ نے فیصلہ سنایا۔ شیخ یعقوب علی تراب کے مقدمہ میں جو مولوی کرم الدین اور فقیر محمد ایڈیٹر سراج الاخبار کے خلاف تھا ملزماں کو کہا گیا کہ تمہارا جرم ثابت ہے اور تمہارے عذرات غلط۔ کرم الدین کو ۵۰ روپے جرمانہ کیا گیا۔ بصورت عدم ادائے جرمانہ دو ماہ قید محض۔ اور فقیر محمد کو ۴۰ روپے جرمانہ کیا گیا۔ اور بصورت عدم ادائے جرمانہ ڈیڑھ ماہ قید محض۔

اس کے بعد حضرت اقدس اور حکیم فضل الدین صاحب کو عدالت میں بلایا گیا۔ اور عدالت میں پہرہ لگا دیا گیا اور سپاہیوں کو کہہ دیا گیا کہ سوائے مرزا صاحب اور حکیم فضل الدین صاحب کے کوئی دوسرا شخص عدالت کے کمرہ میں نہ آوے۔ اور ایک سپاہی ہتھکڑیاں لیکر عدالت کے کمرہ میں کھڑا کر دیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ جرمانہ کا حکم سناتے ہی اگر فوراً جرمانہ ادا نہ ہو تو دونو صاحبوں کو فوراً ہتھکڑی لگا کر جیلخانہ پہنچا دیا جائے۔ حضرت اقدس ان تمام منصوبوں سے بے خبر نہایت بے پروائی سے کمرۂ عدالت میں داخل ہو گئے۔ اور ساتھ ہی حکیم صاحب بھی۔ خواجہ صاحب جو ایک ضروریہ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ وہ واپس جو آئے تو دیکھا کہ حضرت اقدس عدالت کے کمرہ میں اکیلے داخل ہو رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مجسٹریٹ نے فیصلہ سنانے کیلئے بلایا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ کوئی اور آدمی کمرہ میں نہ آوے۔ ان کا ماتھا ٹھنکا۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ خیر نہیں۔ بھاگ کر عدالت کے کمرہ کے دروازہ پر پہنچے۔ اندر گھسنے لگے تو دو سپاہیوں نے دروازہ پر دو طرف سے آگے بڑھ کر روکا۔ انہوں نے کہا کہ میں کیسے اندر نہ جاؤں۔ میں ملزمان کا وکیل ہوں۔ اور ساتھ ہی بغیر کسی جواب کے

انتظار کے دونو ہاتھ پھیلا کر دونو سپاہیوں کو دروازہ کے باہر دھکیل دیا۔ ماشاء اللہ تنومند آدمی تھے سپاہی پھر نہ بولے۔ کمرہ کے اندر گئے تو مجسٹریٹ فیصلہ سُنا رہا تھا۔ حضرت اقدس پر پانچ سو روپیہ جرمانہ اور حکیم فضل الدین صاحب پر دو سو جرمانہ کیا گیا اور بصورت عدم ادائیگی جرمانہ چھ چھ ماہ قید محض۔ گویا کل جمع سات سو روپے جرمانہ ہؤا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عجائبات بھی بعض دفعہ انسان کو حیران کردیتی ہیں۔ کمرۂ عدالت میں داخل ہونے سے قبل خواجہ صاحب کی جیب میں ٹھیک سات سو روپے ہی موجود تھے بعض احباب کا بیان ہے کہ کسی پرانے مؤکل نے خواجہ صاحب کو اُسی روز سات سو روپے ان کی بقایا فیس کے ان کے عدالت میں داخل ہونے سے عین قبل دیئے۔ اور نوٹوں کی شکل میں دیئے۔ آپ نے جلدی میں وہ نوٹ جیب میں ڈال لئے۔ اور کمرۂ عدالت میں گھس گئے۔ وہاں جو سات سو روپے جرمانہ سُنا تو انہوں نے فوراً وہ سات سو روپے کے نوٹ جیب میں سے نکال کر عدالت کی میز پر رکھ دیئے۔ مجسٹریٹ ہکا بکا رہ گیا۔ اُس کا سارا منصوبہ حضرت اقدس کو قید کرنے کا خاک میں مل گیا۔ بہت تلملایا اور چہرہ سیاہ پڑ گیا۔ لیکن نوٹوں کو دیکھ کر پھر چہرہ پر رونق آگئی اُس زمانہ میں نوٹوں پر لاہور، کلکتہ۔ کراچی۔ مدراس وغیرہ لکھا ہوتا تھا۔ اور پنجاب میں عام طور پر وہی نوٹ بازار میں لئے جاتے تھے جن پر لاہور یا کلکتہ لکھا ہوتا تھا۔ باقی نوٹ دوکاندار قبول نہ کرتے تھے خواجہ صاحب نے جو نوٹ عدالت کے آگے پیش کئے تھے اُن پر "مدراس، کراچی" لکھا ہؤا تھا۔ فوراً مجسٹریٹ صاحب بولے کہ یہ نوٹ مدراس کراچی کے ہیں یہاں قابل قبول نہیں۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ آپ لکھ دیں کہ سات سو روپے کے نوٹ پیش کئے گئے تھے مگر چونکہ وہ مدراس کراچی کے تھے اس لئے عدالت نے قبول نہیں کیا۔ اس پر وہ عاجز آگیا۔ کیونکہ گو بازار میں دوکاندار مدراس کراچی کے نوٹ نہ لیں لیکن گورنمنٹ اپنے نوٹ برٹش انڈیا کے حدود کے اندر لینے سے انکار نہیں کر سکتی۔ چار و ناچار اُس نے نوٹ قبول کرلئے اور بصد حسرت و یاس حضرت اقدس اور حکیم صاحب کو جانے کی اجازت دیدی۔

**قادیان کو واپسی** حضرت اقدس فیصلہ کے نقول لینے اور سامان سنبھالنے میں دو دن اور گورداسپور ٹھیرے۔ اس کے بعد ۱۱۔ اکتوبر کو واپس قادیان تشریف لے آئے۔

غیر مناسب نہ ہوگا اگر مَیں کچھ ریمارکس خواجہ کمال الدین صاحب کی نسبت یہاں بیان کردوں۔

**خواجہ کمال الدین صاحب کی خدمات اور قربانیاں** خواجہ کمال الدین صاحب حضرت اقدس مرزا صاحب کے بڑے مخلص اور ساتھ ہی بہت محبوب مرید تھے۔ اُنہوں نے بڑی بڑی خدمتیں اور قربانیاں

کیں۔ بالخصوص اس مقدمہ گورداسپور میں تو انہوں نے کمال کر دیا۔ اس زمانہ میں خواجہ صاحب پشاور میں وکالت کرتے تھے۔ جب یہ مقدمہ شروع ہؤا اور اس کی پیشیاں لمبی ہوتی چلی گئیں تو آپ اپنی چلتی ہوئی وکالت اور سینکڑوں روپے کی پریکٹس پر لات مار کر گورداسپور آن بیٹھے۔ اور شب روز اس مقدمہ کی پیروی میں منہمک ہو گئے۔ مولوی محمد علی صاحب بھی چونکہ پلیڈر تھے اس لئے وہ بھی برابر خواجہ صاحب کے ساتھ ساتھ مقدمہ کی پیروی کرتے رہے۔ لیکن سینیر وکیل خواجہ صاحب ہی تھے۔ مسٹر اوگارمن بیرسٹرایٹ لاء لاہور دو چار پیشیوں میں آیا۔ اُس کے بعد اُسے بلانا غیر ضروری سمجھا گیا۔ خواجہ صاحب نے جیسی جیسی زبردست تقریریں عدالت میں کی ہیں وہ محیر العقول تھیں اور اگر مجسٹریٹ کی نیت میں خلل نہ ہوتا تو مقدمہ کبھی کا حضرت اقدس کے حق میں فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ ایک دفعہ تحریری بحث لکھ کر شامل مسل کرنی تھی اور تاریخوں کا درمیانی وقفہ بہت کم تھا اور خواجہ صاحب بڑی مبسوط بحث قلمبند کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لئے ۲۵۔ اگست ۱۹۰۴ء کو صبح ۵ بجے سے لکھنا شروع کیا تو ۲۶۔ اگست ۱۹۰۴ء ۱۰ بجے صبح تک برابر ۲۹ گھنٹے لکھتے رہے۔ صرف نمازوں اور حوائج ضروریہ کے لئے تو درمیان میں اُٹھے لیکن پلک تک نہیں جھپکائی۔ اس قدر محنت حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ خواجہ صاحب کے اہل و عیال پشاور میں تھے۔ وکالت کی آمدنی بند ہو گئی تو اُن کا بُرا حال ہؤا۔ زیور تک بک گئے۔ قرضدار ہو گئے لیکن خواجہ صاحب کو اس مقدمہ میں وہ انہماک تھا کہ پرواتک نہیں کی۔ اور حضرت اقدس کے سامنے کبھی ذکر نہیں کیا کہ میرے اہل و عیال کی یہ حالت زار ہے۔ آخر ایک مرتبہ جب اہل و عیال کی نوبت فاقوں تک پہنچ گئی تو تاریخوں کے درمیانی وقفہ میں حضرت اقدس سے اجازت لیکر پشاور گئے۔ مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی پشاور دیکھنے کا بہت شوق تھا وہ بھی ساتھ چلے گئے۔ خواجہ صاحب نے پشاور پہنچ کر بیوی کے تین سو روپے کے طلائی کڑے فروخت کر کے ان کے گذارہ کا انتظام کیا۔ اس حالت کا مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی علم ہو گیا۔ انہوں نے واپس گورداسپور آکر حضرت صاحب سے ساری کیفیت عرض کر دی۔ حضرت صاحب کو یہ واقعہ سُن کر بہت رنج ہؤا اور آپ نے فرمایا کہ ہم انشاء اللہ دعا کریں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے اندرون خانہ سے تین سو روپے میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ مولوی عبدالکریم صاحب کو بھجوائے کہ یہ روپیہ خواجہ صاحب کیلئے ہے ان کو دیدیں۔ مولوی صاحب نے میاں صاحب کو ان کے پاس بھیجدیا۔ خواجہ صاحب کو جب یہ روپیہ ملا تو وہ اُسے لیکر فوراً مولوی صاحب کے پاس آئے کہ یہ کیسا روپیہ ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ مَیں نے تمہاری حالت حضرت صاحب

کی خدمت میں عرض کر دی تھی اور اب حضرت صاحب نے یہ روپیہ بھجوایا ہے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ نے یہ غضب کر دیا جو حضرت صاحب کو خبر کر دی۔ مَیں جو کچھ کر رہا ہوں خدا کیلئے کر رہا ہوں۔ مَیں یہ روپیہ نہیں لے سکتا۔" مولوی صاحب نے کہا کہ اگر حضرت صاحب سے عرض نہ کیا جاتا تو اور کس سے کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے نیچے اس وقت دنیا میں ہمارے لئے حضور ہی ہیں تم خاموش ہو کر روپیہ لیلو اور خدا کا شکر کرو یہ روپیہ بہت بابرکت ہے۔ اور حضرت صاحب نے تمہارے واسطے دعا کا بھی وعدہ فرمایا ہے"۔ چنانچہ وہ روپیہ خواجہ صاحب نے رکھ لیا۔ خواجہ صاحب کا بیان ہے کہ پھر اس کے بعد گورداسپور رہیں ہی میرے پاس مقدمات آنے لگ گئے۔ اور مَیں نے اس قدر جلد حضرت صاحب کی دعا کا اثر دیکھا کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ رزق کی طرف سے ذرا اطمینان ہوا تو خواجہ صاحب کی لڑکی پشاور میں بیمار ہو گئی۔ وہاں سے خط پر خط آتے رہے کہ لڑکی بہت بیمار ہے جلد آؤ۔ اِنہوں نے لکھا کہ بہترین ڈاکٹر کو دکھاؤ اور علاج کرو لیکن مَیں ان حالات میں آ نہیں سکتا۔ پھر تار آئی کہ حالت بہت خطرناک ہے۔ اِنہوں نے تار دی کہ علاج کرو۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کر دی۔ پھر تار آئی کہ لڑکی فوت ہو گئی جلد آؤ۔ اِنہوں نے تار دی کہ دفن کر دو۔ مَیں حضرت کا مقدمہ چھوڑ کر نہیں آسکتا۔ ایسی قربانیاں آخر اثر رکھتی ہیں۔ حضرت اقدس ان قربانیوں کو دیکھ رہے تھے۔ اور نہ معلوم خواجہ صاحب کے لئے کتنی دعائیں کی ہوں گی جو ایک روز خواجہ صاحب کو بلا کر کہا کہ آپ کے متعلق مجھے الہام ہوا ہے "حُسنِ بیان"۔ پس آپ کو حُسنِ بیان کا انعام جناب الٰہی کی طرف سے دیا جائے گا۔ اور وہ حسن بیان عدالت میں مقدمات کے ذیل میں ہی نہ ہو گا بلکہ ایسا حسن بیان ہو گا کہ وہ ایک نشان ہو گا۔ ایک عالم سنے گا اور حیران ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جنہوں نے خواجہ صاحب کی مذہبی تقریریں بڑے بڑے مجمعوں میں سُنی ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کی تقریریں کس قدر معقول اور مدلل ہوتی تھیں۔ اور ان کا طرز بیان کس قدر دلکش اور پیارا تھا۔ ایک دفعہ وہ تقریر شروع کر دیتے تو مجمع پر جادو ہو جاتا۔ سامعین میں سے کوئی ہل نہ سکتا۔ اُنہیں مخاطب کر کے مَیں تو کہا کرتا تھا کہ ع

کسی کی آنکھ میں جادو تیری زبان میں ہے

پھر کیا اُردو میں۔ کیا انگریزی میں۔ کیا ہندوستان میں کیا یورپ میں۔ جہاں بھی تقریر کرتے لوگوں کو مسحور کر لیتے۔ بڑے بڑے انگریزوں دہریوں اور فلسفیوں کی مجلسوں میں تقریریں کرتے اور اُن سے اپنا لوہا منوا لیتے۔ بڑی بڑی فاضل اور قابل انگریز لیڈیاں اُن کی تقریریں سُن سُن کر جھومتی

اور سر دھنتی تھیں۔

سشن جج میں اپیل منظور ہو جاتی ہے

جو کچھ آتما رام نے فیصلہ دیا تھا اس کی اپیل مسٹر ہیری سشن جج امرتسر کے پاس کی گئی۔ ۲۶۔ نومبر ۱۹۰۴ء کو پیشی کے لئے مقرر ہوئی۔ وجوہات اپیل پر غور کر کے سشن جج نے ۷۔ جنوری ۱۹۰۵ء تاریخ مقرر کر کے فریق ثانی کے نام نوٹس جاری کر دیا۔ اب وقت آگیا کہ ساکرملک بعد توھینک والا الہام پورا ہو۔ (کہ تیری توہین کے بعد تیرا اکرام کروں گا) اور "فتح حنین" کی طرح پہلے بظاہر شکست کے بعد اللہ تعالیٰ فتح اور کامیابی عطا فرمائے۔ مسٹر ہیری ایک پادری منش انگریز تھا اور پادری سب حضرت اقدس کے سخت دشمن تھے لیکن کچھ ایسا تصرف الٰہی ہوا کہ اُس نے نہایت انصاف کے ساتھ حضرت اقدس اور حکیم فضل الدین صاحب کو بری قرار دیا اور جرمانہ واپس کر دیا۔ ۷۔ جنوری ۱۹۰۵ء کو اپنے فیصلہ میں یہاں تک لکھ دیا کہ اگر کرم الدین کے خلاف اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ لکھے جاتے تو وہ اس کا مستحق تھا۔ سراج الاخبار جہلم کے ۶۔ و ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء والے مضامین کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:۔

"آرٹیکلوں کی بابت یہ کہہ دینا کافی ہے کہ اُن سے ایک دانستہ منصوبہ۔ چال بازی اور خلاف بیانی اور جعلسازی کا اظہار ہوتا ہے۔ جن پر بے حیائی کے ساتھ ایک پبلک اخبار کی سطروں میں دنیا کے سامنے فخر کیا گیا ہے۔ ہم نہیں خیال کر سکتے کہ ان آرٹیکلوں کا نویسندہ عدالتوں سے کسی قسم کی مدد حاصل کرنے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ ان اشخاص نے جن کا ان تحریروں میں مضحکہ اڑایا گیا ہے۔ رنج اور غصہ میں الفاظ لئیم (کمینہ) یا بہتان یا کذاب (بڑا دروغگو) استعمال کئے ہیں۔ ہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کس طرح صاحب مجسٹریٹ نے یہ قرار دینے کے بعد کہ مستغیث نے ہی یہ آرٹیکل لکھے اور فی الواقعہ اسی بنا پر اس پر ایک اور مقدمہ میں اثبات جرم قائم کیا۔ آرٹیکلوں کی طرز تحریر پر غور نہیں کیا جن سے بہت ادنیٰ درجہ کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔ خواہ ملزمان اس وقت باقاعدہ طور پر آرٹیکلوں کا جواب دے رہے تھے یا نہ دے رہے تھے۔ تاہم حیثیتِ مستغیث کا موازنہ کرنے میں آرٹیکلوں کو نظر انداز کرنا ناممکن ہے۔ اور ہمارے خیال میں ان ہتک آمیز الفاظ کا استعمال یہاں تک درست تھا کہ اگر الفاظ مذکور کسی قدر اس سے بڑھ کر بھی ہوتے تب بھی ہم مستغیث کی مدد نہ کرتے"۔

پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ:۔

"ہمارے خیال میں اخیر پر اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ یہ قرار دیا جاوے کہ ملزمان نے